بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

خرم مراد

۱۷ جنوری کا دن تھا۔ ابھی صبح کی روشنی نمودار ہونے میں تھوڑی ہی دیر تھی کہ اچانک (۵:۴۶ پر) زمین ہلی، ایک جھٹکا لگا، اور صرف ۲۰ سیکنڈ میں زلزلہ جاپان کے انتہائی ماڈرن، خوبصورت، اور آباد و خوش حال شہر کوبے میں کھنڈرات کے ڈھیر لگاتا ہوا نکل گیا۔ روشنی ہونے سے پہلے، آناً فاناً پورا شہر ہلاکت اور تباہی کے گہرے اور طویل اندھیروں میں ڈوب گیا: ۵ ہزار سے زائد آدمی پلک جھپکتے میں موت کی آغوش میں چلے گئے، ۵۰ ہزار سے زائد گھر اور بلند و بالا عمارتیں پتوں کی طرح بکھر گئیں، ٹیکنالوجی کی شہ کار سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئیں، اور آہنی ریلوے لائنوں کو جیسے کسی نے توڑ مروڑ کر رکھ دیا۔

جاپان سے ہم مرعوب ہیں، اس کی معاشی ترقی نے ہماری نگاہوں کو چکاچوند کر رکھا ہے، ہم جاپان جیسا بننے کی آرزو میں سلگتے رہتے ہیں، (اگرچہ ہمیں ان اخلاقی صفات کا پتا نہ ہو، نہ جستجو، جنھوں نے جاپان کو "جاپان" بنایا ہے)، لیکن وہ ہم سے بہت دُور واقع ہے، اور اس سے ہمارا ربط برائے نام ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہیں اگر ہم اس قیامت کی تباہی پر ایک نگاہ غلط انداز ڈال کر گزر گئے، اور یہی سوچتے رہے کہ ہمیں اس سے، یا اس جیسے دوسرے حوادث سے، کیا سروکار۔

اجتماعی آفات و حوادث انسان کی زندگی کا ایک مستقل اور لازمی حصہ ہیں۔ یہ آفات سماوی ہوں، جیسے زلزلے، طوفان، سیلاب، سائیکلون، وبائیں اور قحط، یا انسان کی اپنے ہاتھوں لائی ہوئی، جیسے باہمی بغض و عداوت، جنگ و خون ریزی، ظلم و فساد اور دلوں کی قساوت۔ قرآن مجید نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ان کا تعلق اجتماعی اخلاق و اعمال سے ہے۔ لیکن یہ ہمیشہ صرف عذاب کا کوڑا بن کر ہی نہیں آتیں، یہ خالقِ فطرت کے اسکول کی معلم بھی ہیں۔ سورۃ المرسلات میں ان ہواؤں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جن کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ تیز و تند ہو کر بستیوں کا نام و نشان مٹا دیتی ہیں، ریت کے پہاڑوں کو

بہا لے جاتی ہیں' پہاڑوں کی طرح موجیں اٹھا کر لاکھوں لوگوں کو چشم زدن میں غرقِ آب کر دیتی ہیں۔ پھر فرمایا گیا ہے ' فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْراً، عُذْراً، اَوْنُذْراً، اس طرح یہ ہوائیں تذکیر و تعلیم کا سامان کرتی ہیں۔ غافلوں پر اتمامِ حجت کرتی ہیں' ان کو جگاتی ہیں' کان و دل رکھنے والوں کو ہوشیار اور آگاہ کرتی ہیں۔

جن کو فسیحوا فی الارض کی ہدایت کی گئی ہے' تاکہ وہ مدرسۂ فطرت کے ان معلمین سے استفادہ کریں' ان کے سامنے اگر آج کا میڈیا ان معلمین کو گھر بیٹھے ان تک پہنچا دے تو وہ اپنا شمار ان لوگوں میں کیوں کرائیں جو "زمین و آسمان میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے گزرتے رہتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے" (یوسف ۱۲:۱۰۵)۔

کوبے کا زلزلہ کوئی انوکھا یا غیر معمولی واقعہ نہیں تھا۔ زلزلے آتے ہی رہتے ہیں۔ اندازہ ہے کہ زمین کو ایک سال میں ایک لاکھ چھوٹے بڑے جھٹکے لگتے ہیں۔ گذشتہ ۲۵ سال ہی میں کوبے کے زلزلہ سے کہیں زیادہ تباہ کن زلزلے آئے ہیں: ۱۹۹۳ میں مہاراشٹر میں ۳۰ ہزار' ۱۹۹۰ میں ایران میں ۴۰ ہزار' ۱۹۸۸ میں آرمینیا میں ۵۵ ہزار' ۱۹۷۶ میں چین میں ۲ لاکھ ۴۲ ہزار اور ۱۹۷۰ میں پیرو میں ۶۷ ہزار آدمی زلزلوں میں ہلاک ہوئے۔

لیکن جس طرح کوبے کے زلزلہ کی تصاویر اور تفصیلات ساری دنیا کی 'کم سے کم مغربی دنیا کی' نگاہوں کا مرکز بن گئیں' اس طرح کسی کی نہ بنیں' سوائے گذشتہ سال لاس اینجلز کے زلزلہ کے۔ یقیناً اس میں میڈیا کی روز افزوں قوت کو بڑا دخل ہے۔ لیکن میڈیا کی دلچسپی کی بھی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ آفت ایک ماڈرن شہر میں آئی اور اس میں مرنے والے ترقی یافتہ اور مغربی انسان تھے' جبکہ دوسری آفتوں کا شکار پس ماندہ علاقے اور غیر ترقی یافتہ اور غیر مغربی لوگ تھے۔ اس رویہ کی تہہ میں تصور یہ ہے کہ لاس اینجلز اور کوبے جیسے شہر اس سائنس و ٹیکنالوجی کی کارفرمائیوں اور کامرانیوں کا مظہر ہیں جس کے بارہ میں یہ ایمان ہے کہ وہ ہر چیز کی توجیہ کر سکتی ہے' ہر پیش آنے والے واقعہ کی خبر دے سکتی ہے' ہر مشکل میں کارگر اور ہر مسئلہ کا حل ہے' ہر کام کر سکتی ہے یا کر سکے گی' گویا فَعَّالٌ لِمَا يُرِيد ہے۔ کوبے کے زلزلہ جیسے واقعات سائنس کی ان دیکھی 'لامتناہی قوت پر اس ایمان کو جڑوں سے ہلا دیتے ہیں اور اس کے تار و پود بکھیر دیتے ہیں۔ جو رب کے بجائے اسباب پر ایمان رکھتے ہیں' اسباب کی شکست و ریخت دیکھتے ہیں تو زیادہ ہی حیرت زدہ ہو جاتے ہیں' زیادہ ہی صدمہ سے دوچار ہوتے ہیں۔ مغرب کا انسان بھی مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ رُکے' تھمے' نوٹس لے' سوچے اور اپنی بے بسی اور محتاجی کا اعتراف کر لے۔ خواہ چند لمحوں ہی کے لیے سہی۔ اور خواہ دماغ اسی کا قائل رہے کہ "اچھے اور برے دن تو

تاریخ میں ہمیشہ ہی آتے رہے ہیں" (الاعراف: ۹۵)۔ان کا کسی اَنْ دیکھی بالا تر قوت کے ارادہ' تدبیر' قدرت اور حکمت سے کیا تعلق ۔یہ اندھے طبیعی قوانین کا نتیجہ ہیں' ان سے گھبرا کر کسی ان دیکھی قوت کے آگے جھک جانا اور تضرع کرنے لگنا' نفسی کمزوری کی علامت ہے ۔

کوبے کے زلزلہ کو قیامت کے زلزلہ (زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ) سے کیا نسبت 'مگر ایک مغربی نامہ نگار کے الفاظ میں' تباہی کے مناظر" دوسری دنیا کے قیامت کے مناظر کی طرح عجیب و غریب اور خوف ناک و دہشت ناک تھے"۔رات بھر لوگ نیند اور رنگ رلیوں میں پڑے رہے 'مگر منہ اندھیرے چشم زدن میں صفایا ہو گیا۔"رات کو وہ سوئے پڑے تھے کہ تمہارے رب کی طرف سے ایک بَلا اس باغ پر پھر گئی' اور اس کا ایسا حال ہو گیا جیسے کٹی ہوئی فصل ہو" (القلم ۶۸: ۱۹-۲۰)۔گھوڑوں کا تخت و تاراج ہو' ہوائی بمباری اور میزائلوں کی بارش ہو' زلزلہ اور سائیکلون ہو' شبِ آخر ہی عموماً وقت مَوعِد ہوتا ہے۔ اور "صبح ہوتے اب دیر ہی کتنی ہے!" (ہود)۔لیکن لوگ لمبی تانے پڑے رہتے ہیں' خوابِ غفلت میں مدہوش 'گویا وہ گھڑی اب ان پر آئے گی ہی نہیں ۔

دیوپیکر عمارتیں جدید ترین معیارات تحفظ کے مطابق بنائی گئی تھیں 'لیکن ان کے تلے سے زمین سرک گئی' جو بہتی' بکھری ریت (کثیباً مہیلاً) بن گئی' اور عمارتیں زمین بوس ہو گئیں ۔زمین خود ۶' ۶ فٹ اونچے ریت کے فواروں کی صورت میں بہہ نکلی ۔جن عمارتوں کا کچومر زلزلہ کے جھٹکے نے نکالا وہ ایسی ہو گئیں جیسے "کاغذی گلاسوں (کَطَیِّ السِّجِلِّ) کو توڑ مروڑ کر کوڑے کرکٹ کی طرح ڈال دیا گیا ہو"۔ زمین نے ابھی ہلنا بند نہ کیا تھا کہ ہر طرف آگ کے شعلے بھڑک اٹھے 'گیس کے پائپ پھٹ گئے' اور آگ پھیلتی گئی ۔

۲۰ سیکنڈ پہلے جن لاکھوں لوگوں کے پاس ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ گھر تھے' اب وہ بے گھر تھے 'سڑک پر پناہ کی تلاش میں سرگرداں تھے' پیٹھوں پر سامان لدا ہوا تھا' ہر طرف ملبہ بکھرا ہوا تھا' شعلے بھڑک رہے تھے' چاروں طرف پڑوسیوں اور چاہنے والوں کی لاشیں تھیں' جن کے پاس کھانے پینے اور پہننے کے لیے سب کچھ تھا' اب ان کو ایک وقت کا پیٹ بھر کھانا میسر نہ تھا۔لازوال خوش حالی' سلامتی اور تحفظ کی دنیا بھسم ہو گئی ۔ ۲۰ سیکنڈ میں وہ ایسے ہو گئے جیسے اس شہر میں کبھی رہے ہی نہ ہوں (كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا)۔

بظاہر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ جاپان اس دنیاوی جنت کو دوبارہ تعمیر کر لے گا۔ ۲۰ ہزار کروڑ روپے کے اخراجات کا تخمینہ ہے: اس کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں 'ٹیکنالوجی اور وسائل و

ذرائع کی بھی نہیں ، اور حوصلوں اور عزائم کی تو فراوانی ہے ، جو سب سے بڑھ کر درکار ہوتے ہیں۔ لیکن صرف شہر اور انسان ہی نہیں ٹوٹے ، ٹیکنالوجی اور معیشت میں بے مثال ترقی کی ، اور عروج کی چوٹیوں پر پہنچ جانے کی ، جو ذہنی جنت دل و نگاہ نے بسالی تھی ، اس میں بھی زلزلہ آگیا۔ ۲۰ سیکنڈ میں وہ بھی ایک سراب بن گئی ، وہ بھی ٹوٹ پھوٹ گئی۔ کیا وہ بھی اتنی ہی آسانی سے بحال ہو جائے گی؟ دانش وروں کا خیال ہے کہ یہ زلزلہ جاپان کے لیے بیسویں صدی کا سب سے بڑا نفسیاتی حادثہ ہے۔ اس ذہنی صدمہ سے ایک طویل عرصہ تک بحالی بہت مشکل ہے۔ لیکن دانش ور یہ بھول جاتے ہیں کہ انسان خوش حالی حاصل ہوتے ہی سب کچھ بھول جاتا ہے ، سمجھتا ہے کہ سب کچھ اس کے علم اور زور بازو کا نتیجہ ہے ، مصیبت ایک اتفاقی حادثہ تھی ، جو آئی اور گزر گئی۔

جاپان زلزلوں کی زد میں ہے۔ ٹوکیو میں ہر سال ایک ہزار جھٹکے لگتے ہیں ، تقریباً ۷۰ سال میں ایک بڑا زلزلہ آجاتا ہے۔ ۱۹۲۳ میں آخری آیا تھا ، جس میں ایک لاکھ ۴۳ ہزار آدمی ہلاک ہوئے تھے۔ اس حساب سے اب کسی وقت بھی وہ "بڑا والا" (Big One) آسکتا ہے۔ اس کی تیاری کے لیے ہر سال یکم ستمبر کو پورے شہر میں بچاؤ اور امداد کی ڈرل ہوتی ہے۔ پیش بینی اور بچاؤ کی تیاریاں مکمل ہیں ، ملک کے طول و عرض میں زلزلہ پیما آلات لگے ہوئے ہیں ، زلزلوں کے ممکنہ خطوط کے نقشے بنے ہوئے ہیں۔ لیکن کوبے میں تو زلزلہ کا بہت کم امکان تھا۔ (لاس اینجلز میں بھی گذشتہ سال زلزلہ ایسے مقام پر آگیا ، جہاں نقشہ کے مطابق گمان بھی نہ تھا)۔ پھر بھی ساری تیاریاں دھری رہ گئیں۔ سائنس ، ٹیکنالوجی کی ساری ترقی اور دولت کے انبار کے باوجود کسی تدبیر نے کام نہیں کیا۔ ۵۰ سال سے کوئی بڑا زلزلہ نہ آیا تھا ، لوگ مطمئن ہو گئے تھے کہ بس اب مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖ اَبَدًا (ہم نہیں سمجھتے کہ یہ جنت کبھی بھی فنا ہو گی!)۔ اچانک جھٹکا لگا: ترقی ، تحفظ ، اطمینان کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے۔

ہر زلزلہ سے سبق سیکھے جاتے ہیں کہ آئندہ زلزلہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ سب سے زیادہ دہشت اس بڑے زلزلے کی ہے جو ٹوکیو (یا سن فرانسسکو) جیسے شہر میں کسی وقت بھی متوقع ہے۔ ایک نامہ نگار لکھتا ہے: "سب سے بڑا سبق تو یہ حاصل ہوتا ہے کہ کوئی سبق ایسا نہیں جو ایک بڑے شہر کو Big One سے تحفظ کی ضمانت دے سکے"۔ لیکن ایسے سبق تو ہر زلزلہ دیتا ہے جن سے جو زلزلہ فی الواقع Big One (شئی عظیم) ہو گا ، اس سے تحفظ کا سامان ہو سکے۔

اس حادثہ عظیمہ میں بھی جاپان نے اس کردار کا ثبوت دیا جس میں دراصل اس کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔ صبر اور خاموشی سے ہر مصیبت برداشت کر لی۔ فوراً تعمیر نو کا کام شروع ہو گیا۔ کوئی لوٹ مار نہیں ہوئی (جبکہ لاس اینجلز میں پہلے ہی دن پولیس نے ۲۵ وارداتیں پکڑی تھیں)۔ کوئی سامان اس

طرح چھوڑ کر چلے گئے جیسے کوئی خطرہ ہی نہ ہو۔کوئی ہڑبونگ نہ مچی ۔حکومت کی کارکردگی بڑی ناقص تھی، مگر کوئی فساد نہ مچا۔لوگوں نے چونک کر کہا: "ہم کو اپنی ترقی اور خوش حالی پر پھول نہیں جانا چاہیے، ہم تو قرضہ کے وقت پر جی رہے ہیں"۔یوکوہاما کے میئر نے کہا: "یہ خطرہ کی آسمانی گھنٹی تھی"۔

جاپان ایک سرے پر ہے تو یورپ دوسرے سرے پر۔ ۳۰جنوری اور ۲فروری کے درمیان، یورپ میں بپھرے ہوئے اور طغیانی پر اترے ہوئے دریاؤں نے ہالینڈ میں ڈھائی لاکھ لوگوں کو مال و اسباب سے بھرے، پانی میں ڈوبے ہوئے گھروں سے پناہ گاہوں کی طرف نکل جانے پر مجبور کر دیا۔اس سے پہلے جرمنی میں کولون اور بون جیسے شہر، اور فرانس میں ۹۶میں سے ۴۳اضلاع زیر آب آچکے تھے، اور بالترتیب ۳۰ ہزار اور ۴۰ ہزار لوگوں کو گھر چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ہلاک ہونے والوں کی تعداد تو ۲۰ہی تھی، لیکن بے گھر ہونے والوں کی تعداد کوبے کے برابر ۳۰لاکھ پہنچ گئی۔

صدی کے بدترین سیلاب میں یورپ کا قلب ڈوب رہا تھا۔جنوری کے دن برفانی دن ہوتے ہیں، اور پہاڑوں پر برف کے انبار لگتے ہیں۔اچانک، ایک طرف مسلسل بارشیں شروع ہوگئیں اور زمین پر ندی نالے بہہ نکلے، دوسری طرف وقت سے بہت پہلے درجہ حرارت اتنا بڑھ گیا کہ پہاڑوں پر برف پگھلنے لگی اور اوپر سے پانی کے دھارے اترنا شروع ہوگئے۔سب سے بڑا دریا، دریائے رائن ہے۔انسان نے متوقع طغیانی سے تحفظ کی خاطر، کانٹ چھانٹ کر اس کا راستہ مختصر کرکے اور دونوں طرف اونچے اونچے بند تعمیر کر کے، اپنی دانست میں اسے اپنے قابو میں کر لیا تھا۔لیکن پانی کی سطح اونچی ہوتی گئی، اور جلد اس نے بند کی اونچائی کو جالیا، شگاف پڑگئے، اور دریا کی طغیانی نے چاروں طرف فساد برپا کر دیا۔غیر معمولی بارشیں تو، کوبے کے زلزلہ کی طرح، انسان کی کسی کارستانی کا نتیجہ نہیں، مگر برف کے جلدی پگھلنے میں شاید اس کاربن کا دخل ہے جو جدید ٹیکنالوجی نے غیر معمولی مقدار میں فضا میں داخل کر دی ہے۔اور دریا کی سطح میں روزافزوں بلندی یقیناً اس کے بہاؤ کے فطری راستہ میں مداخلت کا نتیجہ ہے۔اب سوچا جارہا ہے کہ دریا کو فطری راستہ پر واپس لے آیا جائے۔افسوس، تہذیب کے اس دھارے کے بارہ میں نہیں سوچا جارہا کہ اسے بھی فطرت کے راستہ پر واپس لایا جائے، جس کی طغیانی اور سرکشی نے انسان کی زندگی کو ظلم، فساد اور خون سے بھر دیا ہے۔

۱۹جنوری کو، سات ہفتے کی مسلسل ہزیمتوں کے بعد روس جیسی عالمی طاقت بالآخر ننھے منے چیچنیا کے دارالسلطنت میں واقع صدارتی محل پر دو بم گرانے میں کامیاب ہوگئی، اور یلٹسن نے نہ صرف

گروزنی پر قبضہ کی' بلکہ چیچنیا میں جنگ کے خاتمہ کی خوش خبری سنا دی۔ جنگ تو کیا ختم ہوتی' آج تک گروزنی پر مکمل قبضہ بھی نہیں ہوا۔ نہ کوبے کی طرح زلزلہ آیا اور نہ یورپ کی طرح سیلاب' مگر اس "عظیم الشان" فتح کے حصول کے لیے روس کے ہاتھوں (کوبے کے) ۵ ہزار سے کہیں زیادہ چیچن مسلمان شہادت سے سرفراز ہو چکے ہیں' ۳ لاکھ سے کہیں زائد لوگ بے گھر ہو چکے ہیں' گروزنی کا بیشتر حصہ روس کی وحشیانہ بمباری کے نتیجہ میں ملبہ کا ڈھیر بن چکا ہے۔ جنگ میں جو ہوا ہے سو ہوا ہے' روسیوں نے بے شمار بے گناہ شہریوں کو پکڑ پکڑ کر اور جنگی قیدیوں کو بلا دریغ گولیوں سے اڑایا ہے' انھیں بدترین تعذیب کا نشانہ بنایا ہے' مار مار کر ان کے اعضا توڑے ہیں' لکڑیوں کی طرح ٹرکوں میں ٹھونس ٹھونس کر بھرا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گئے ہیں۔

چیچنیا کی تباہی' جو کوبے اور یورپ کی تباہی سے بڑھ گئی' کسی آفت سماوی کا نتیجہ نہیں' یہ خود انسان کے اپنے ہاتھوں لائی ہوئی ہے۔ جب وہ خلافتِ ارضی کا مقام بھول گیا' شیطان کے پھندہ میں گرفتار ہو گیا' علم الاسما سے فلاح کے بجائے فساد مچانے کا کام شروع کر دیا' تو زمین فساد سے بھر گئی اور انسانی خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ۔ ٹوکیو کے متوقع زلزلے سے بچاؤ ممکن نہ ہو' مگر جو زلزلے انسان خود لاتا ہے ان سے بچاؤ ممکن ہے۔

چیچن مسلمانوں کے لیے یہ بھی راہ کھلی تھی کہ وہ اپنی جانوں' آبادیوں اور شہروں کو ہلاکت و تباہی سے بچا لیتے۔ مگر اس کے لیے انھیں روس کی غلامی قبول کرنا پڑتی۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر آزاد رہنے کا' مسلمان کے طور پر آزاد رہنے کا فیصلہ کر لیا' اور اس کی خاطر جان و مال کی ہر قربانی پیش کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ قومیں دوسری قوموں پر بھی ظلم ڈھا سکتی ہیں' تفرقہ اور انتشار کا شکار ہو کر' ذلیل و پست مقاصد کے لیے اپنے اندر ہی عداوت و خون ریزی کی جہنم بھڑکا سکتی ہیں' لیکن جو اعلیٰ مقاصد کے لیے' جینے کا عزم کر لیتی ہیں' ان کے لیے زندگی کی راہیں کھل جاتی ہیں' الا ماشاء اللہ' کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا۔

ہم سے بہت قریب' نگاہوں کے سامنے' اپنے گھر میں روز لاشیں گر رہی ہیں اور انسان خاک و خون میں لوٹ رہے ہیں۔ ۵ فروری کا دن تھا' اور رمضان کے مبارک مہینہ کا چوتھا روزہ۔ پاکستان میں پوری قوم کشمیر میں مجاہدین کے جہاد اور ان کی قربانیوں کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کر رہی تھی' اور بھارتی فوجوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی جانوں کی ہلاکت' ان پر وحشیانہ مظالم اور ان کی عزتوں کی پامالی کے خلاف صدائے احتجاج بنی ہوئی تھی۔ کراچی میں' لیاقت آباد میں شارع عام پر کشمیر کے لیے فنڈ جمع

کرنے کے لیے کیمپ لگا ہوا تھا کہ روز روشن میں ایک سرخ گاڑی نمودار ہوئی ' اس میں بیٹھے لوگوں نے کیمپ میں جمع لوگوں پر گولیوں کی بارش کر دی اور ان کو سرخ سرخ خون میں نہلا دیا۔کم سے کم ۱۱ افراد ہلاک ہوگئے ' اور ۱۴ شدید زخمی۔چند گھنٹے گزرے تھے ' تراویح کی نماز ہو رہی تھی کہ نارتھ کراچی کی مسجد باب الاسلام پر ایک سفید رنگ کی گاڑی نمودار ہوئی ' اور نمازیوں پر فائر کھول دیا۔ ۶ افراد یہاں ہلاک ہوگئے۔اس روز کراچی میں لاشوں کا ایک دن کا ٹوٹل ۱۹ رہا۔ایک دن بعد ایم کیو ایم (الطاف) اور ایم کیو ایم حقیقی کے درمیان خون ریزی میں ۹ آدمی ہلاک ہوئے۔یہ "میچ" مسلسل جاری ہے۔ ایک دن پہلے باہمی خون ریزی میں ۱۰ آدمی ہلاک ہوئے ' جن میں ۷ شیعہ تھے۔غالباً مسجد باب الاسلام میں خون ریزی اسی کا شاخسانہ تھی۔یہ کراچی کی ساتویں مسجد تھی جو اس طرح قتل و غارت کا نشانہ بنی۔

کراچی کوئی جزیرہ نہیں ' ملک کا ایک حصہ ہے۔دوسری جگہ ' دوسرے اسباب سے ' خون ریزی ہو رہی ہے ' جو کچھ کم نہیں ' لیکن پورے ملک کا کراچی بن جانا کیا کوئی بعید بات ہے ؟

کراچی میں یہ سلسلہ ایک طویل عرصہ سے چل رہا ہے۔مرنے والوں کی تعداد ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔اگرچہ ابھی کوبے اور چیچنیا کے برابر نہیں پہنچی ' لیکن اچانک مرجانے کے مقابلہ میں آہستہ آہستہ روز مرنے کا زخم اور گھاؤ جسدِ اجتماعی کے لیے زیادہ اذیت ناک اور خوف ناک ہوتا ہے۔پاکستان اسی اذیت ' دہشت اور ہلاکت کے عمل سے دوچار ہو رہا ہے۔

یہ آفت بھی کوبے اور یورپ کی طرح سماوی نہیں ' بلکہ ہمارے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے۔یہ چیچنیا کی طرح روسیوں کی مسلط کردہ نہیں ' یہ ہماری اپنی مسلط کردہ ہے۔اس سے انکار نہیں کہ اس میں دشمن کا ہاتھ ہے۔حکومت بھی برسوں سے یہی کہہ رہی ہے ' اگرچہ آج تک کسی حکومت نے بھی اپنا الزام پبلک کے سامنے ثابت نہیں کیا ہے۔لیکن دشمن بھی اسی وقت گھستا ہے جب ہم خود شگاف پیدا کر دیتے ہیں۔چیچنیا کے مسلمانوں کی طرح جانوں کی یہ قربانی ہم اپنے ارادہ سے کسی اعلیٰ مقصد کے لیے بھی پیش نہیں کر رہے۔اس موت سے کسی زندگی کے مقدر ہونے کا امکان نہیں ' اس خون سے کوئی سحر پیدا نہیں ہوگی۔نہ مہاجر یا سندھی کے لیے ' نہ کراچی کے لیے ' نہ پاکستان کے لیے۔یہ تفرقہ ' باہمی بغض و عداوت اور دنیا کی پست اغراض کی خاطر اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (تم کچھ کتاب پر ایمان رکھتے ہو ' اور کچھ کا انکار) کی رَوِش کا نتیجہ ہے ' اور قانونِ الٰہی کے تحت اس کا انجام دنیا میں رسوائی ' ذلت و مسکنت ' دشمنوں کا تسلط اور اللہ کا غضب ہے۔وَمن اَصدق مِن اللّٰہِ قیلا۔

زلزلہ پیماؤں کا جال بھی زلزلہ کی خبر نہیں دے سکتا ' لیکن ہم جس زلزلہ کے جھٹکوں سے روز

دو چار ہیں ان کی خبر آسمانی کتاب بھی ۱۴ سو سال سے دے رہی ہے ' اہلِ دانش بھی عرصہ سے دے رہے ہیں ۔ لاس اینجلز اور کوبے کے زلزلے ایسے مقامات پر آسکتے ہیں جہاں وہم و گمان نہ ہو ' یہ زلزلے تو ٹھیک انھی مقامات (fault lines) پر آرہے ہیں جہاں نقشہ بتا رہا ہے کہ آنا چاہییں ۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بے پناہ ترقی اور بے مثال اقتصادی ترقی ' دولت کے انبار ' کارخانوں کے ہجوم اور موٹروے کوبے اور یورپ کو تباہی اور غرقابی نہیں بچا سکے ' ہمیں کیسے بچا سکیں گے ' جب کہ ہمارے زلزلے ہمارے اعمال و اخلاق کا پھل ہیں ۔ بلکہ اگر یورپ کا سیلاب اس زہر کا نتیجہ ہے جو ٹیکنالوجی نے فضا میں گھول دیا ہے ' تو فکرِ معیشت جو زہر ہمارے دلوں کی اور قومی زندگی کی رگوں میں گھول رہی ہے اس کے سیلاب سے ہم کیسے بچیں گے ۔

لیکن ہمارے لیے بچنا (ٹوکیو کی طرح) ناممکن نہیں ' بلکہ راستہ صاف اور سیدھا ہے ' آسان بھی ۔ ہاں ' اس کے لیے ہمارے ۱۲ کروڑ باشندوں کو چیچنیا کے ۱۲ لاکھ مسلمانوں کی طرح پہاڑوں جیسا حوصلہ اور عزم ضرور چاہیے: ''اگر بستی والے ایمان اور تقویٰ اختیار کریں ' تو ہم ان پر آسمانوں اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیں گے'' ۔ مغرب کا انسان اسباب و علل کے چکر میں پھنسا ہوا ہے ' اور اسباب ہی کو ارباب من دون اللہ بنا رکھا ہے ۔ لیکن اسباب کے پیچھے غیب میں ' رب السموات والارض کے حقیقی دستِ کارفرما کا جلوہ ' انسان انبیا کی انگلی پکڑے بغیر نہیں دیکھ سکتا ۔ نجات کا یہ راستہ اور ترقی کا یہ نسخہ اس ربِ حقیقی کا بتایا ہوا راستہ اور نسخہ ہے ۔

ایمان اور تقویٰ ہی ہمیں اس مقام پر پہنچائے گا کہ ہم اللہ کے علاوہ ہر شے کی غلامی ترک کر کے --- سیم و زر ہو ' سائنس اور ٹیکنالوجی ہو ' مغرب اور امریکہ ہو ۔ آزادی و حریت حاصل کر لیں گے ۔ پھر ہماری تقدیر کی تشکیل کسی کی مٹھی میں نہ ہوگی ' ہماری زندگی کی نقشہ گری کسی کے اختیار میں نہ ہو گی ' کوئی سامری ہمیں سیم و زر کے جال میں باندھ کر بے بس نہیں کر سکے گا ' پھر ہمارے ہاں کوئی قرضوں کے انبار ' کوئی ''مہران بنک'' ' کوئی ''گوادر'' ' کوئی ''سیمک اسٹیشن'' نہ ہو گا ۔ پھر ہمیں ان حکومتوں سے بھی نجات مل سکے گی جو ایک کے بعد ایک پے در پے ہمیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑتی چلی جا رہی ہیں ۔

رمضان کے اختتام اور عید کے جشن سے زیادہ مناسب اور بہتر موقعہ اس بات کے لیے کیا ہو گا کہ ہم عزمِ مصمم کر کے ' خلوص نیت کے ساتھ ' جوش اور جذبہ سے بھرے ہوئے ' قوم کے ایک ایک مرد ' عورت ' جوان اور بچہ کو اس راہِ سرفرازی پر گامزن کرنے کے لیے کھڑے ہو جائیں جو قرآن نے ہمارے سامنے کھولی ہے ۔